88-87/16) اس معنی کی روایات صحیح مسلم (86/16) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (89/16) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہیں۔

خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی اس حدیث مبارکہ میں خیر القرون کے بعد آنے والے مسلمانوں کی ایمانی' اخلاقی اور معاشی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ان میں دین کی وہ قدر وعظمت نہ ہوگی، ایمان کی کمزوری کے ساتھ ساتھ جھوٹ بھی رواج پا جائے گا، بات بات پر بلا طلب کئے قسم اٹھاتے پھریں گے اور موقع بہ موقع گواہیاں دینے لگیں گے، امانت کی پروانہ کریں گے اور خیانت ان کا پیشہ ہوگا۔خوف الٰہی اور فکر آخرت سے ایسے بے نیاز ہوں گے کہ کھا کھا کر خوب فربہ ہو جائیں گے اور معاشی آسودگی میں مقابلے کے شدید رجحان کی وجہ سے حلال وحرام کی تمیز ہی جاتی رہے گی۔ ہاں جب کبھی اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے مصیبتوں میں گھر جائیں تو چھٹکارے کے لئے نذر مانیں گے کہ فلاں مشکل سے نجات ملے تو فلاں فلاں نیک کام کروں گا' لیکن جب اللہ پاک بطور آزمائش ان کی مشکل دور کر دے تو انہیں نذر پورا کرنے میں جسمانی مشقت ناگوار اور مالی اخراجات مہنگے محسوس ہوں گے۔اور نہ نذر پورا کریں گے نہ کفارہ ہی ادا کریں گے۔

الغرض ظاہری و باطنی اور قولی وفعلی ہر قسم کے معاملات میں انحطاط واقع ہوگا۔ بلاشبہ خیر القرون میں بھی فتنوں نے سر اٹھایا تھا، مگر اولاً وہ بعد میں رونما ہونے والے فتنوں سے کم تعداد میں تھے، ثانیاً خیر القرون کی غالب اکثریت نے نہ صرف ان سے کنارہ کشی اختیار کی بلکہ ان فتنوں کو مٹانے کے لئے اپنی جانیں بھی قربان کر دیں۔اگر چہ بعض سے اجتہادی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں۔لیکن ان کی امانت' دیانت اور صداقت میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

خیر القرون کے بعد رفتہ رفتہ ایمان کمزور ہوتا گیا اور اخلاقی اقدار بھی پامال ہوتے گئے اور جس فتنے نے بھی سر اٹھا لیا اس کے لئے ہم نواؤں بلکہ جانثاروں کی جماعت بھی مل گئی۔تقویٰ کی کمیابی سے علم نافع بھی نایاب ہوتا گیا، جس سے نئی نئی بدعات اور سابقہ امتوں کے رسوم ورواج نے دین کا لبادہ اوڑھ لیا، برائے نام عبادات اور شرعی احکام کی معرفت کے لئے خیر القرون کی بعض شخصیات کے اقوال وفتاوی کو جمع کر کے ہر فریق نہ صرف اپنے ایک پسندیدہ امام کے مسئلے کو درست اور دیگر اسلاف کے اقوال وفتاویٰ کو بن دیکھے غلط قرار دیا۔علم' تقویٰ اور کردار کے اس زوال پر مستزاد تفرقہ بازی نے مسلمانوں کو کافر کے مقابلے میں برسر پیکار ہونے کا موقع ہی نہ دیا بلکہ آپس میں الجھا کر رکھ دیا۔

خیر القرون کے بعد دعویدارانِ اسلام میں جن جن فتنوں نے دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ان میں سے بدعت کا فتنہ نہایت خطرناک فتنہ ہے۔

[جاری ہے]

باب الفتاویٰ[1]

قربانی، نماز، عدت وغیرہ

عبدالقادر الرحمانی

سوال[۱] قربانی کی گائے کی سری، پائے اور کھال بسا اوقات گائے پالنے والا خود رکھتا ہے اور دوسرے حصہ داروں سے اسی کے بقدر قیمت میں کمی کی جاتی ہے۔ کیا یہ طریقہ جائز ہے؟

الجواب: صورتِ مسئولہ میں قربانی کے جانور کا کچھ حصہ فروخت ہونے کی وجہ سے مکمل جانور کی قربانی واقع نہیں ہوتی، حالانکہ ایک مکمل گائے کا ساتواں حصہ ہونا ضروری ہے۔ منع کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: **امرنی رسول اللّٰہ ﷺ ان اقوم علی بدنه و ان اتصدق بلحومها و جلودها و اجلتها و ان لا اعطی الجزار منها شیئا** وقال: **"نحن نعطیه من عندنا"**۔ [متفق علیه]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کرنے اور ان کے گوشت، کھال، اور اوجھڑی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہ میں قصائی کو بطورِ اجرت اس میں سے کچھ بھی نہ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہم اسے اجرت اپنی طرف سے دیں گے"۔

(۲) و عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان قتادة بن النعمان رضی اللہ عنہ اخبره ان النبی ﷺ قام فقال: **"انی کنت امرتکم ان لا تاکلوا لحوم الاضاحی فوق ثلاث ایام لیسعکم و انی احله لکم فکلوا ما شئتم و لا تبیعوا لحوم الهدی و الاضاحی و کلوا و تصدقوا و استمتعوا بجلودها و لا تبیعوها و ان اطعمتم من لحومها شیئا فکلوا انیٰ شئتم۔**

[رواہ احمد] حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا " **میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت استعمال نہ کرنا تاکہ تم سب کو وافر مقدار میں گوشت میسر رہے۔ اب میں اسے تمہارے لیے حلال کرتا ہوں۔ پس تم جیسے چاہو قربانی کا گوشت کھاؤ لیکن قربانی کا گوشت فروخت نہ کرنا۔ کھاؤ اور صدقہ کرو اور ان کی کھال سے استفادہ کرو، لیکن اسے فروخت نہ کرو**"۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کے جانور کا کوئی بھی حصہ فروخت کرنا جائز نہیں۔ البتہ اس کی کھال وغیرہ کو استعمال کے لیے جائے نماز یا مشکیزہ وغیرہ بنایا جا سکتا ہے۔

سوال:[۲] امام اور ایک مقتدی ہونے کی صورت میں باہر سے آنے والا تیسرا نمازی امام کو آگے بھیج دے یا مقتدی کو پیچھے لائے؟

الجواب: اس صورت میں مقتدی کو پیچھے لانا چاہیے، اگر امام کے پیچھے جگہ نہ ہو **تو دو صورتوں** کی گنجائش

ہے:(۱) یا امام کو آگے کر دیں (۲) یا تیسرا نمازی امام کے بائیں طرف ایک ہی صف میں کھڑا ہوجائے۔
پہلا طریقہ ان احادیث سے ثابت ہے:

[۱] عن جابر بن عبداللّٰہؓ قال:"قام رسول اللّٰہ ﷺ لیصلی فجئت فقمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی حتیٰ اقامنی عن یمینہ ثم جاء جبار بن صخر فقام عن یسار رسول اللّٰہ ﷺ فاخذ بایدینا جمیعا فدفعنا حتیٰ اقامنا خلفہ" [رواہ مسلم ۱۴۱/۸۱]

[۲] و فی روایۃ:"قام النبی ﷺ یصلی المغرب فجئت فقمت عن یسارہ فنہانی فجعلنی عن یمینہ ، ثم جاء صاحب لی فصففنا خلفہ فصلی بنا فی ثوب واحد مخالفا بین طرفیہ". [رواہ احمد]

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے تو میں آیا اور آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہوا ، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کر اپنی دائیں طرف کر دیا، پھر جبار بن صخرؓ آیا اور وہ آپ ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا ، آپ ﷺ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹایا اور اپنے پیچھے کھڑا کیا۔ [صحیح مسلم ۱۴۱/۱۸]

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز کے لیے اٹھے، میں(جابرؓ) آ کر آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھمایا اور اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔پھر میرا ایک ساتھی آیا پھر ہم دونوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی ۔

سوال:[۳] امام اورایک مقتدی کی صورت میں جبکہ دونوں سجدے یاتشہد کی حالت میں ہوں تو تیسرے نمازی کو کیاکرنا چاہیے؟

الجواب: اس صورت میں تیسرے نمازی کو ان کے اٹھنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اسے تکبیر تحریمہ پڑھ کر امام کی بائیں یا مقتدی کی دائیں جانب بیٹھ کر نماز میں شامل ہونا چاہیے
قال فی المغنی: و ان دخل الثالث و ھما فی التشھد کبر و جلس عن یمین صاحبہ او عن یسارہ ولا یتاخران فی التشھد، فان فی ذلک مشقۃ۔ [المغنی لابن قدامۃ ۲۱۶/۲]

سوال:[۴] کوئی شخص پردیس سے تحریراً طلاق دیتا ہے یا شوہر پردیس میں مر جاتا ہے، تو طلاق اور عدت کا شمار یومِ وفات سے معتبر ہو گی یا یومِ وصولیِ خبر سے؟

الجواب: تحریری طلاق کی دو صورتیں ہیں ۔ اگر طلاق مشروط ہو تو خط یا پیغام پہنچنے سے طلاق واقع ہوگی۔ اور یہیں سے عدت بھی شروع ہو گی۔ اگر طلاق غیر مشروط ہو تو یومِ تحریر سے معتبر ہو گی اور اسی روز سے عدت بھی شمار ہو گی۔

اس بارے میں امام ابن قدامہ کا فیصلہ درج ذیل ہے: "و ان کتب الی امراتہ: اما بعد فانتِ